برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر 14 اگست 2016ء بروز اتوار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

دوسری و آخری قسط

قرآن کریم میں اور بھی آیات ہیں جو والدین کے ساتھ حسن سلوک اور انکے حق ادا کرنے کی طرف اس بات کے حوالے سے توجہ دلاتی ہیں کہ والدین کے تمہارے پر بے شمار احسانات ہیں ان کو ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے بہت بڑا فضل نیک اور خیال رکھنے والی اولاد ہے۔ پس جب نسلوں میں یہ حسن سلوک جاری ہو جائے تو عدل و انصاف اور پیار و محبت کا معاشرہ قائم ہو جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے صرف اولاد کو ہی پابند نہیں کیا بلکہ باوجود ماں باپ کے اپنے بچوں کے لئے بیشمار حسن سلوک کے ماں باپ کو بھی پابند کیا ہے کہ ان پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کی ادائیگی انہیں عدل و انصاف اور احسان کرنے والا بناتی ہیں۔ اس لئے اولاد کی پیدائش سے پہلے ہی اس دعا اور خواہش کی طرف توجہ دلائی کہ اے اللہ مجھے پاک اولاد دے بخش۔ فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (آل عمران: 39)۔ پس پاک اولاد کی خواہش اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے والی ہو۔ نظام عدل کو قائم کرنے والی ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والی ہو۔ دنیا کے فتنہ و فساد کو دور کرنے والی ہو۔

پھر اس پر بس نہیں بلکہ یہ دعا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی کہ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ (الاحقاف: 16)۔ اور میری اولاد میں نیکی قائم کر۔ پس دعا کے ساتھ عملاً بھی اس ذمہ داری کو نبھانا ہے کہ اولاد کی نیکی اور اصلاح کی طرف توجہ رہے ورنہ وہ عدل اور احسان اور ایتائی ذی القربیٰ کا جو نظام اسلام قائم کرنا چاہتا ہے، جو حقوق کے مستقلاً قائم کرنے کی ضمانت ہے، لاگو نہیں ہو سکتا۔

اس حق کو جو اولاد کا والدین پر ہے کچھ تفصیل سے اس طرح ذکر فرمایا کہ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔ (الانعام: 141) یقیناً بہت نقصان اٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے بیوقوفی سے بغیر کسی علم کے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور انہوں نے اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہوئے اس کو حرام قرار دے دیا جو اللہ نے ان کو رزق عطا کیا تھا۔ یقیناً یہ لوگ گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

پھر فرماتا ہے کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام: 152) کہ رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

اب بتائیں کہ کیا کوئی ہے جو اولاد کو قتل کرتا ہے؟ ماں باپ تو اولاد کے لاڈ پیار میں بعض دفعہ اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے مقابلے پر بھی لے آتے ہیں۔ اس کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس لئے نیک اولاد اور صالح اولاد کی دعا بھی سکھا دی۔

قتل اولاد سے مراد ایک تو یہ ہے اور والدین کے لئے بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت ہو اور وہ سب سے پہلے اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے والے ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کو پہچانے بغیر، اس کی عبادت کا حق ادا کئے بغیر نہ ہی عدل قائم ہو سکتا ہے، نہ احسان کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، نہ ایتائی ذی القربیٰ کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ مسلمان کہلا کر بھی جو مسلمان غیر اسلامی افعال میں ملوّث ہیں یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ حقیقی پہچان انہوں نے کی ہے، نہ اس کی عبادت اور بندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ پس اولاد کی زندگی کے سامان والدین اس وقت کرتے ہیں جب انہیں حقیقی عبد بنانے کے لئے تربیت کرتے ہیں اور پھر ان کو معاشرے کے حق ادا کرنے والا بناتے ہیں۔ معاشرے کے امن و سکون کو قائم کرنے والا بناتے ہیں۔

پس یہ جو اسلام کے نام پر بلاوجہ قتل و غارت کر رہے ہیں اور خودکش حملے کر کے مر بھی رہے ہیں یہ بھی والدین کا بچوں کے معاملات میں عدم توجہگی اور عدم تربیت کا نتیجہ ہے۔ ماں باپ دولت کمانے کی دوڑ میں گھروں پر توجہ نہیں دیتے۔ عام دینی تربیت سے بھی بچے بے بہرہ ہیں۔ یہ سب قتلِ اولاد کے زمرہ میں آتا ہے۔

پھر جہاں اولاد کو حکم ہے کہ والدین کی خدمت کرو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں بچپن میں پالا پوسا ہے تو اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو یہ بیان فرمایا کہ باپ بچے کی خدمت کے لئے ماں کو آزاد کرتا ہے اور اس طرح باپ بھی ماں کی خدمت کی مہمات میں شامل ہوتا ہے تو اس میں یہ نکتہ بھی بیان ہو گیا کہ جو باپ اس حق کو ادا نہیں کر رہے اور گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ماؤں پر ہی ہر قسم کا بوجھ ڈالے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ماں باہر نوکری بھی کرتی ہے اور جو وقت میسر ہو اس میں بچے کو بھی پالتی ہے تو اس صورت میں باپ کا اپنی ذمہ داری ادا نہ کرنا اور اس وجہ سے ماں کا بچے کی طرف کم توجہ دینا باپ کی طرف سے بچے کے قتل کے مترادف ہے۔ پس بچوں کو چاقو چھری بندوق اور پستول سے کوئی قتل نہیں کرتا۔ ان کی تربیت کی طرف توجہ نہ دینا ان کے قتل کے برابر ہے۔

پھر اس زمانے میں حکومتوں کی پالیسیاں اور قانون بنانے والے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی عقل بڑی اعلیٰ مقام پر پہنچی ہوئی ہے اور بڑی اچھی قانون سازی کر سکتی ہے اور جو یہ قانون سازی کر لیں وہ وقت کا بہترین حل ہے اور اس وجہ سے یہ قانون بناتے ہیں اور اس پر بڑا زعم ہوتا ہے۔ انہوں نے اکثر ملکوں میں قانون بنایا کہ بچے زیادہ نہ پیدا ہوں اور اس کے بعض دفعہ ایسے بھیانک حالات سامنے آتے ہیں کہ حکومت کے خوف سے بچے کو پیدائش کے بعد بعض لوگوں نے قتل کر دیا یا بچہ کو پیدائش سے پہلے ہی ضائع کروا دیا۔ حکومتوں نے یہ پالیسی اس لئے بنائی کہ زیادہ بچے ان کی معیشت کی ترقی پر اثر انداز ہوں گے۔

لیکن بیس تیس سال گزرنے کے بعد انہی ملکوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ پالیسی غلط تھی کیونکہ عمریں بڑھنے اور موت کی شرح کم ہونے کی وجہ سے بوڑھوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے اس لئے ہماری معیشت پر بوڑھوں کا بوجھ زیادہ ہو گیا ہے اور کام کرنے والوں کی کمی ہو گئی ہے۔ اس لئے اب ہمیں بچے پیدا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے ورنہ لیبر فورس کے لئے دوسروں کا مرہون منت ہونا پڑے گا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں دخل اندازی اور اپنی لاعلمی اور رزق کے خوف سے اولاد کا قتل معاشرتی اور قومی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے بشرطیکہ تم اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کے مطابق چلو۔ اس لئے وہ بھی جو دولت کمانے کے لئے اپنی اولاد کو نظرانداز کر رہے ہیں اور وہ بھی جو فیملی پلاننگ رزق کے خوف سے کر رہے ہیں ان کو سوچنا چاہئے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نظام عدل سے بغاوت کرتے ہوئے جو غیر فطری شادیوں کے قانون یہاں ان لوگوں نے بنائے ہیں اب ہر ملک اس بات پر فخر کرتا ہے کہ ہم جنسوں کی شادیاں ہو سکتی ہیں یہ غیر فطری شادیاں ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے اثرات ایک علیحدہ خوفناک نتیجہ ظاہر کریں گے تب ان کو پتا لگے گا۔ چند سالوں بعد اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے اور پھر یہ لوگ اپنا سر پیٹیں گے اور اس ذریعہ سے یہ نہ صرف ممکنہ اولاد قتل کر رہے ہیں بلکہ قومی تباہی کے سامان بھی کر رہے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولاد سے سلوک میں بھی عدل کرو اور جو یہ عدل نہیں کرتے وہ دیکھ لیتے ہیں کہ بھائیوں بھائیوں اور بہنوں بہنوں میں والدین کے بعد رنجشیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے بارے میں ہم یہ دیکھتے ہیں۔ خاص طور پر جب جائیداد کے معاملے میں انصاف نہ کیا گیا ہو۔ اس لئے روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد سے انصاف اور مساوات کا سلوک کرو۔ (صحیح مسلم کتاب الھبات باب کراھیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ۔ حدیث 4072)

ایک دفعہ جب ایک باپ نے اپنے ایک بیٹے کو اپنی ایک جائیداد ہبہ کرنی چاہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ گویا تم مجھے اس پر گواہ بنانا چاہتے ہو۔ میں ہرگز تمہارے اس ظلم کی حمایت کر کے گواہ نہیں بن سکتا۔ (صحیح مسلم کتاب الھبات باب کراھیۃ تفضیل بعض الاولاد فی الھبۃ۔ حدیث 4073)

پس جب کوئی اپنی اولاد میں سے کسی پر دوسری اولاد کی نسبت برابری کا سلوک نہیں کرتا اور کسی دوسری اولاد پر احسان کرنا چاہتا ہے اور ایک کو محروم کرنا چاہتا ہے تو اسلام کہتا ہے کہ یہ احسان نہیں کیونکہ احسان تو عدل کے بعد آتا ہے۔ جس نے عدل قائم نہیں کیا اور دوسری اولاد کو محروم رکھا اس کا احسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی نیکی کا درجہ نہیں رکھتا۔ اور یہ وہ اصول ہے جو گھروں میں بھی اور ایک معاشرے میں بھی امن اور سلامتی کی بنیاد ڈالتا ہے۔

پھر اسلام میاں بیوی کے تعلقات کی بات کرتا ہے۔ اگر گھروں میں امن و سکون نہ ہو اور میاں بیوی کے اختلافات ہوں تو یہ بھی بچوں کی تربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خُلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاء فی حق المرأۃ علیٰ زوجھا۔ حدیث 1162)

آپ کے اس ارشاد نے جہاں عورتوں اور بیویوں کا وقار قائم کیا ہے وہاں گھروں میں عدل، انصاف، احسان اور احسان سے بڑھ کر حسن سلوک کی بنیاد ڈالی ہے۔ یاد رکھیں میاں بیوی کے آپس کے پیار محبت کے تعلقات یا اختلافات صرف اس گھر تک محدود نہیں رہتے بلکہ دونوں طرف کے قرابت داروں، ماں باپ، بہن بھائی کے تعلقات اور امن اور سکون پر بھی یہ اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ ان تعلقات کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ:

’’یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیز ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں نہیں۔ ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور اچھی معاشرت نہیں وہ نیک کہاں‘‘۔ فرمایا کہ

”بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہواور عمدہ معاشرت رکھتا ہو“۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ 147-148۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

فرمایا کہ:”فحشاء کے سوا باقی تمام کج خُلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہوکر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے۔ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں“۔
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 1۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر اسلام کے معاشرے کے ایک اور طبقے کے حقوق قائم کرنے کی تعلیم ہے جو معاشرتی تحفظ کے لحاظ سے کمزور طبقہ ہے یعنی یتامیٰ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ(النساء:128)۔ اور تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ اور پھر جب تمام معاشرے کے مختلف طبقوں کے حقوق قائم فرمائے اور احسان کا سلوک کرنے کا حکم دیا تو اس میں یتامیٰ اور مسکینوں کو بھی شامل کیا۔ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء:37) کہ اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہو۔

پہلے فرمایا کہ یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ جب والدین سے احسان کا حکم ہے سو درجہ بدرجہ یہ احسان کا حکم یتیموں اور مسکینوں پر بھی حاوی ہے بلکہ رشتہ دار ہمسایوں اور دوسرے ہمسایوں سے یتیموں اور مسکینوں کو پہلے رکھا ہے۔ اور ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس تواتر اور شدت سے یہ حق قائم کرنے کے بارے میں حکم ہوا کہ مجھے خیال ہوا کہ انہیں وراثت میں بھی شاید حق دار نہ بنا دیا جائے۔
(صحیح البخاری کتاب الأدب باب الوصاۃ بالجار۔ حدیث 6014)

پس یتیموں کے حق کا اس سے پتا چلتا ہے کہ کتنا بڑا حق ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان پر رحم کرتے ہوئے انہیں دو، اُن کا خیال رکھو۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ان کے حق قائم کرنے کے لئے انصاف کے ساتھ مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔ پس انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو معاشرے میں ایسا مقام ملے جو ان کے یتیمی کے غم کو دور کر دے اور یہ من حیث المجموع معاشرے کی ذمہ داری تو ہے ہی، انفرادی طور پر بھی اگر تم ان کو اپنا حصہ دار بنا لو تو یہ ان لوگوں کے ساتھ قریبیوں کی طرح سلوک کے برابر ہو جائے گا اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے والے ہو گے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں ابتلا میں ڈالا یا سزا دی ان کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک کیا اس کی ایک وجہ یہ بھی بتاتا ہے کہ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ(الفجر: 18) خبردار تم یتیم کی عزت نہیں کرتے تھے اس وجہ سے سزا کے مورد بنے۔

یتیم کے ساتھ حسن و احسان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا شخص اس طرح ہوں گے جس طرح دو انگلیاں جوڑی جاتی ہیں۔ آپ نے شہادت کی انگلی کو اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر بتایا۔(سنن الترمذی کتاب البر و الصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم و کفالتہ حدیث 1918) پس یہ معاشرے کے محروم ترین طبقے کے ساتھ اسلام کی تعلیم ہے۔

پھر یتیم کے حوالے سے سورۃ نساء کی جو آیت ابھی مَیں نے پڑھی ہے اس میں معاشرے کے ہر طبقے کا ذکر ہے اور یہی چیز ہے جو ہر طبقے کے ساتھ عدل احسان اور قریبیوں کی طرح سلوک کو اپنے اعلیٰ معیاروں تک لے جا کر معاشرے کا امن وسکون قائم کرتی ہے۔

پھر عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے ایک حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ بعض یتامیٰ تو غریب اور مسکین اور محروم ہیں لیکن بعض امیروں کی اولاد بھی یتیم ہوتی ہے اور ان کی دولت پر لالچی لوگ قبضہ بھی کر لیتے ہیں یا قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بھی حقوق قائم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی بلوغت کی عمر تک پہنچنے تک ان کے مال کی حفاظت کرنا جو اس یتیم کا نگران مقرر کیا گیا ہے، جو اس کی نگرانی کر رہا ہے اس کا فرض ہے۔ اس کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر ہے۔ سورۃ الانعام میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى۔وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔(الانعام: 153) اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی وسعت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ اور جب بھی تم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

پھر کاروبار میں، ماپ تول میں عدل و احسان کی طرف توجہ دلائی کہ لین دین میں بھی کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو۔

پھر یہ اصولی بات بھی کی کہ ایک مومن کی بات، ایک مومن کی گواہی، اگر وہ گواہی دے رہا ہے تو عدل اور انصاف پر منحصر ہونی چاہئے خواہ اس کی وجہ سے ہمارا کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ متأثر ہوتا ہو۔ پس یہ انصاف کی معراج ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ نے مختلف حوالوں سے قرآن کریم میں اور جگہ بھی بیان کیا ہے۔ لیکن بہرحال یہ اصولی بات بیان فرمائی کہ عدل کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ہر رشتہ سے بالا ہو کر سوچنا چاہئے۔ جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں خود دھوکے دیتے ہیں اور اپنی گواہیوں اور فیصلوں کی بنیاد عدم انصاف پر رکھتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنے عہد کو پورا کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا سخت حکم ہے کہ عدل اور انصاف سے اِدھر اُدھر بالکل نہیں ہونا۔

یہ اسلامی عدل اور انصاف اور حقوق کے قائم کرنے بلکہ حق سے بڑھ کر سلوک اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار تک پہنچانے اور امن اور سلامتی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنے کے، مَیں نے معاشرے کے مختلف طبقوں کے حوالے سے قرآن کریم کے چند احکامات پیش کئے ہیں۔

اب اس بارے میں چند باتیں پیش کرتا ہوں کہ قوموں کے درمیان اور قبیلوں کے درمیان سلوک کے کیا معیار ہیں اور ہونے چاہئیں اور کیا تقاضے ہیں اور پھر بین الاقوامی امن قائم کرنے اور عدل و انصاف کے قیام کی اسلام کی کیا بنیادی تعلیم ہے۔ اس بارے میں چند احکامات پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات:14) اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

پس یہ تعلیم واضح کرتی ہے کہ اگر حقیقی عدل دنیا میں قائم کرنا ہے تو نسل پرستی کی ہر صورت کو ختم کرنا ہوگا۔ بیشک قومیں اور قبائل تو پہچان کے لئے ہیں اور رہیں گی لیکن اس بنیاد پر کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر تمہاری برتری کسی بات پر ہو سکتی ہے تو تمہاری نسل اور رنگ پر نہیں، تمہارے کسی خاص قوم کے ہونے میں نہیں بلکہ تقویٰ پر۔ اس بات پر کہ تم کس حد تک خدا تعالیٰ کے حقوق ادا کر رہے ہو اور کس حد تک اس کی مخلوق کے حقوق ادا کر رہے ہو۔ مخلوق کے حقوق کی چند مثالیں مَیں پہلے پیش کر آیا ہوں۔ یہ آیت آپس کی محبت و پیار کے تعلقات اور برابری پیدا کرنے کے لئے ایک عظیم اعلان ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے ایک ایسی بنیاد ہے جس سے دنیا میں حقیقی امن و سلامتی اور عدل کا قیام ہو سکتا ہے۔ اس آیت نے اس غلط اور احمقانہ تصور کی نفی کی ہے اور اسے شدت سے ردّ کیا ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر اس لئے برتری حاصل ہے کہ اس کی قوم بہتر ہے۔ پس قومی یا نسلی تکبر اسلام کے نزدیک نہ صرف کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعلان کی ایک حقیقی مسلمان کی نظر میں وہ اہمیت ہے جو کسی اور چیز کی نہیں کہ تم عورت اور مرد کے ملاپ سے پیدا کئے گئے ہو اور اس لحاظ تم خدا تعالیٰ کی نظر میں برابر ہو چاہے وہ کسی یورپین مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا ہوا ہے یا افریقن مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا ہوا ہے یا ایشین کے یا جزائر کے رہنے والے سے پیدا ہوا ہے۔ انسان کا مقام اس کے جلد کے رنگ سے نہیں ہے یا دولت کی فراوانی سے نہیں ہے یا معاشرے میں اس کے بلند مقام سے نہیں ہے یا کسی خاص خاندان یا جو دنیا دار ہیں انہوں نے کہا ہے کہ مارشل ریس ہیں وہ ان کے معیار نہیں ہیں بلکہ اس کے اخلاقی معیاروں کی برتری سے ہے۔ اور یہ وہ حقیقی معیار ہے جو دنیا میں محبت، بھائی چارہ اور عدل اور انصاف قائم کرسکتا ہے۔

اس کی نصیحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمائی تھی۔ یہ وہ الفاظ ہیں جنہوں نے نسلی اور قومی امتیاز کے خاتمہ اور عدل و انصاف پیدا کرنے کے اعلیٰ معیار قائم کئے اور ایک دوسرے کے بارے میں احساس برتری یا احساس کمتری کے جذبات رکھنے کی جڑیں اکھیڑ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ آپؐ نے اپنے

دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی انگلیاں ملا دیں۔(یوں کر کے) اور فرمایا جس طرح یہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں برابر ہیں تمام بنی نوع انسان برابر ہیں۔ تمہیں ایک دوسرے پر درجہ اور فضیلت ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 760، رجل من اصحاب النبی ﷺ۔ حدیث 23885 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ ہے وہ عظیم اعلان جو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور صلح و امن پیدا کرنے میں کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اعلان نہیں ہے۔ اسلام نسلی امتیاز کی نفی اور خاتمے کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھک کر اور اس کی بات مان کر ہی دنیا میں عدل و انصاف قائم کیا جاسکتا ہے۔ مسلمان بھی اگر خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم پر چلیں گے تو انصاف اور امن قائم کر سکیں گے ورنہ اگر اس پر عمل نہیں کرتے اور ظلم و تعدی کے بازار گرم کرتے ہیں تو ان سے زیادہ گناہگار اور اپنے جرموں کی سزا بھگتنے والے اَور کوئی نہیں ہوگا۔ دوسرے جن تک خدا تعالیٰ کی تعلیم نہیں پہنچی ہے یا انہوں نے مانا نہیں ان کو تو کم سزا ملے گی، مسلمان پھر زیادہ گناہگار ٹھہریں گے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ جب نسلی برتری اور قومی برتری کا احساس پیدا ہوتا ہے تو پھر انسان ایسی حرکتیں کرتا ہے اور اپنے سے کمتر سمجھنے والے سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے یا ایسے بیان دے دیتا ہے جو دوسرے کے جذبات کو انگیخت کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے ایسی باتوں سے اپنے آپ کو روکو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ۔ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات: 12) اور اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوجائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوجائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کا نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

قوموں قوموں کی اس حوالے سے جو مثالیں دنیا میں ملتی ہیں اور جن کی وجہ سے معاشرے کا اور دنیا کا امن تباہ ہو رہا ہے وہ تو ہے ہی لیکن اس زمانے میں یہ استہزاء اور حقیر رنگ میں مذہب کا بھی ذکر ہونے لگ گیا ہے۔ کسی کے مذہب پر خاص طور پر اسلام پر استہزاء کیا جاتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے پھر دنیا کا امن بھی تباہ ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ جن کا نہ خدا پر یقین ہے، نہ مذہب پر اخباروں میں اسلام کے بارے میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمسخرانہ رنگ میں یا کسی بھی طرح کوئی بات لکھ دیں گے یا خاکے بنادیں گے اور پھر مسلمانوں کے ردّعمل کی وجہ سے جو بیشک اسلامی تعلیم کے مطابق غلط ردّعمل ہی ہو، معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔ اب ان لکھنے والوں یا خاکے بنانے والوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے کہاں سے اور کتنا اسلام کا مطالعہ کیا ہے جو تم اسلام پر اعتراض کر رہے ہو۔ جو بانیٔ اسلام اور قرآن کریم پر اعتراض کرتے ہو یا استہزاء کرتے ہو۔ یہ کونسا انصاف اور کون سا عدل ہے۔ ویسے تو ان کے بڑے دعوے ہیں۔ مسلمانوں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے عمل بھی تو دیکھیں۔ اگر چند گروہوں یا لوگوں کا اسلام کے نام پر غلط رویّہ ہے تو کیا غیر مسلموں کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ ان تمام مسلمانوں کے اور ہم احمدی جو اسلام کی امن پسندی اور عدل پر مبنی تعلیم کا پرچار کرتے ہیں ہمارے دل بھی زخمی کریں صرف اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کی اکثریت یا ایشیائی ہے یا افریقی ممالک میں ہے۔

پس دنیا کے امن کے لئے ہمیں تو یہ انصاف پر مبنی تعلیم قرآن کریم نے دی ہے کہ نہ کسی پر قومی تمسخر کرنا ہے، نہ مذہبی تمسخر کرنا ہے، نہ بلاوجہ ایک دوسرے پر عیب لگانے ہیں، نہ کسی کے نام اور کردار کو بگاڑنے کی کوشش کرنی ہے۔ قرآن کریم تو ان جھگڑوں کو ختم کرنے اور امن کے قائم کرنے کے لئے یہاں تک کہتا ہے کہ بتوں کو پوجنے والوں کے بتوں کو بھی برا نہ کہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل سے بڑھ کر احسان کی کیا مثالیں قائم فرمائیں۔ ایک صحابی ایک یہودی کے یہ کہنے پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ سے افضل ہیں اور اس بات پر اس یہودی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر آنا کہ میرے جذبات کو ٹھیس لگی ہے اور آپؐ کا اس پر یہ ردّعمل دکھانا کہ صحابی کو بلایا اور فرمایا کہ کیونکہ یہ کہتے ہیں ہمارے جذبات کو ٹھیس لگی ہے یا اس کے جذبات کو ٹھیس لگی ہے، ان کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے ان یہودیوں کے سامنے مجھے موسیٰ سے افضل نہ کہو۔ باوجود اس حقیقت کے کہ حضرت موسیٰ پر آپ کو فضیلت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومۃ بین المسلم و الیھود۔ حدیث 2411)

پس یہ عمل ہیں جو عدل سے بڑھ کر احسان کے نمونے دکھاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دنیا کا امن برباد نہ ہو۔ فسادوں کو ہوا دینے کی بجائے فسادوں کو دبایا جائے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا وہ اعلیٰ معیار ہے جو احسان کرتے ہوئے امن اور سلامتی کو یقینی بناتا ہے۔ لیکن جن کی اٹھان ہی اس تربیت کے ساتھ ہو رہی ہو کہ تمہاری آزادی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ آزادیٔ رائے اور آزادیٔ اظہار کو انسانوں نے غلط معنی پہنا کر دنیا کا امن برباد کر دیا ہوا ہے۔ جب کہو کہ کسی کا تمسخر یا کسی کے بزرگ کا تمسخر اڑا کر یا کسی کے پیارے کا تمسخر اڑا کر تم دنیا میں فساد پیدا کرتے ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ برداشت ہونی چاہئے۔ حالانکہ ان کے اپنے بعض ایسے قوانین ہیں جو یہ روکتے ہیں کہ فلاں کام نہیں کرنا۔ اس وقت ان کی برداشت کہاں جاتی ہے۔ اور کہہ دیتے ہیں تم برداشت کرو ہم تو اس طرح ہی کرتے رہیں گے۔ بعض جگہ سکولوں میں استاد یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بچوں کے سامنے ان کے دین کا مذاق اڑایا جائے یا بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ ان کا مذاق اڑاؤ اور ان کے دین کو برا کہو یا ایسے رنگ میں بات کرو جو مسلمان بچے کو بری لگے اور اگر مسلمان اس پر ردّعمل دکھائے تو کہو کہ یہ شدت پسند ہے۔

پس ماحول کو ٹھیک کرنے کے لئے دونوں فریقوں کو کوشش کرنی ہوگی۔ مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے فتنہ اور فساد کو روکنے کے لئے عدل سے بڑھ کر احسان کرنا ہوگا اور غیر مسلموں کو، مقتدر لوگوں کو، حکومتوں کو کم از کم عدل کے معیار قائم کرنے ہوں گے تب دنیا سے فساد مٹ سکتے ہیں اور یہ جھگڑے جو ہیں اور جذبات کو انگیخت کرنے کی باتیں جو ہیں یہ اب چھوٹے جھگڑے جو تھے یہ بین الاقوامی جھگڑوں کی صورت میں بدلتے جا رہے ہیں۔ پہلے جب میں کہتا تھا کہ اس قسم کی باتیں اور عدل سے ہٹے ہوئے رویے جنگ کی طرف لے جا رہے ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ ایٹمی جنگ کی طرف بھی لے جاسکتے ہیں تو ان کے اکثر حکومتی سربراہ اور تجزیہ نگار اور سیاستدان کہا کرتے تھے، آج بھی انہوں نے اظہار کیا کہ بڑی دُور کی کوڑیاں ملا رہا ہے، بڑی مایوس قسم کی باتیں کرتا ہے، ایسی بھی کوئی آفت نہیں آئی ہوئی کہ جنگ ہوجائے۔ اور اب خود یہ لوگ بیان دینے لگ گئے ہیں کہ ایٹمی جنگ ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ لیڈر کہتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم سرخ بٹن دبا دیں گے۔ یعنی ایٹمی حملہ شروع ہوسکتا ہے۔

لکھنے والوں کی مثال دیتا ہوں۔ ایک صاحب ہیں ولیم جے پیری (William J Peri) جو کلنٹن حکومت میں ڈیفنس سیکرٹری ہوتے تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے 'اے سٹارک نیوکلیئر وارننگ' (A Stark Nuclear Warning) جس میں وہ لکھتے ہیں کہ آج ایٹمی تباہی کا خطرہ اس سے بہت بڑھ کر ہے جو 'کولڈ وار' (Cold War) کے دوران تھا اور لوگوں کی اکثریت خوش فہمی میں پڑی ہوئی اس خطرے سے بے خبر ہے۔

اسی طرح نیویارک ٹائمز نے بھی لکھا اور اس طرح کے بہت سے تجزیہ نگار ایسی خبریں دینے لگ گئے ہیں۔ بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ جس خوش فہمی میں دنیا پہلے پڑی ہوئی تھی اب ان کو نظر آنا شروع ہوگیا ہے کہ خطرے کی گھنٹیاں بجنی شروع ہوگئی ہیں۔ اگر مسلمان ممالک اس کی وجہ بن رہے ہیں تو یہ بھی اسلام کے احکامات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے اور بڑی طاقتیں اس امن کو برباد کرنے کی وجہ بن رہی ہیں۔ اگر بڑی طاقتیں عدل سے کام لیں تو یہ حالات بہتر ہوسکتے ہیں۔

قرآن کریم دنیا کی حکومتوں اور قوموں کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے کیسی عادلانہ اور منصفانہ تعلیم دیتا ہے۔ آجکل بین الاقوامی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے یہی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِاللّٰہِ۔ فَاِنْ فَآءَ تْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (الحجرات:10) اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہاں بیشک مومنوں کو مخاطب کر کے بات کی گئی ہے لیکن جو باتیں ہیں ہر عقلمند کہے گا کہ ایسی باتیں ہیں جو یقیناً انصاف پر قائم رہتے ہوئے امن کی ضمانت بن جاتی ہیں اور اگر مسلمان عقل کریں تو اس پر چل کر دنیا کے سامنے نمونہ بن جائیں۔ یقیناً یہ نمونہ دنیا کو امن کی طرف کھینچنے والا ہوگا۔ اگر کوئی ملک لڑے اور اصلاح کے باوجود اثر نہ ہو تو پھر صرف دکھاوے کے لئے ریزولیوشنز اور نصیحتیں کام نہیں آتیں بلکہ فرمایا کہ سب مل کر جو قوم زیادتی کر رہی ہے اس کے خلاف لڑو اور جب امن قائم ہوجائے، صلح ہوجائے پھر بہانے تلاش کرتے ہوئے پابندیاں نہ لگاؤ۔ بعض حقوق سے دوسروں کو محروم نہ کرو بلکہ قائم کرو۔ اب ہو کیا رہا ہے۔ اس کے بالکل الٹ۔ گزشتہ دنوں خبر تھی کہ مغربی ممالک نے کئی بلینز ڈالر کا اسلحہ سعودی عرب کو بیچا ہے۔ یہاں ایک انگریز بھی لکھنے والے ہیں، میرا خیال ہے سیاستدان ہی ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ یہ جو (اسلحہ) بیچا گیا ہے یمن کے

خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ اگر اس میں سے بہت کم رقم سعودی عرب یمن کی ترقی کے لئے خرچ کرتا تو جنگ بھی نہ ہوتی اور تباہی بھی نہ ہوتی۔ تو اس طرح باقی ملکوں اور جگہوں کا حال ہے۔ اگر مسلمان ممالک عدل پر قائم رہتے ہوئے اس طرح امن قائم کرنے کی کوشش کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے اور ترقی یافتہ ممالک عدل سے کام لیتے ہوئے اسلحہ بیچ کر اپنا فائدہ اٹھانے کی بجائے امن کے قیام کی کوشش کرتے تو آج کل کی جو بھیانک صورتحال ہے جس کا تجزیہ نگار نقشہ کھینچ رہے ہیں وہ اس سے بالکل مختلف ہوتی۔ لیکن ذاتی مفادات نے ہر ایک کو اندھا کر دیا ہے اور یہی کچھ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ یا تو انصاف نہ کرتے ہوئے ہاری ہوئی قوم کو سزائیں دو یا انصاف کے خلاف چلتے ہوئے اپنی مرضی کے سربراہوں اور حکومتوں کی مدد کرتے رہو۔ جنگ عظیم دوم کے بعد سے یہی کچھ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے تیسری جنگ منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ پس اگر اس سے بھی بچنا ہے تو وہ طریق اختیار کرنا ہوگا جو اسلام ہمیں بتاتا ہے، جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے عدل سے بڑھ کر احسان اور پھر ایتائ ذی القربیٰ کے نمونے دکھاتا ہے۔

پس یہ ہے قرآن کریم کی تعلیم۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ جو مسلمان ہو کر اس پر عمل نہیں کرتا یہ اس کا قصور ہے، نہ کہ تعلیم کا۔ یہ بات بہر حال یقینی ہے کہ جب بھی دنیا میں امن قائم ہوگا اس تعلیم پر عمل کرنے والوں کے ذریعہ سے ہی ہوگا۔ دنیاداروں کی کوئی کوشش اور کوئی نظام دائمی اور انصاف کے معیاروں کو چھونے والا عدل قائم نہیں کر سکتا۔ ہمارے جو وسائل اور طاقت ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے ہم نے دنیا کو بتانا ہے کہ کس طرح اسلام کی صحیح تعلیم کا عمل ہے جس سے تم بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا کو عقل بھی عطا کرے۔

اللہ کرے کہ اب جلسے کے بعد آپ لوگ خیریت سے بحفاظت اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور وہاں بھی ہمیشہ خیریت سے رہیں۔ ہر شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ آپ سب کو محفوظ رکھے اور یہاں سے جو باتیں آپ نے سیکھی ہیں ہمیشہ ان پر عمل کرنے والے بھی ہوں، ان کو زندگیوں کا حصہ بنانے والے ہوں۔ اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ آمین۔

اب دعا کر لیں۔ دعا۔